"اقبال اور بھوپال"

سید عبدالواحد معینی

اقبال اور بھوپال از صہبا لکھنوی صفحات ۳۱۲
اقبال اکادمی، ۳۴-۶/ ڈی بلاک ۶،
پی - ای - سی - ایچ - ایس - کراچی قیمت ۱۵ روپے

جب سر راس مسعود نے علامہ اقبال کو اطلاع دی کہ اعلیٰ حضرت فرمانروائے بھوپال نے ان کا تاحیات ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا ہے ۔ تو علامہ نے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو جواب میں لکھا:

" ڈیر مسعود ۔ آپ کا والانامہ ابھی ملا ہے ۔ میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں ۔ انہوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی جب کہ میں چاروں طرف سے آلام و مصائب میں محصور تھا ۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر و دولت میں برکت دے "

یکم جون ۱۹۳۵ء کو علامہ نے نذیر نیازی صاحب کو اس سلسلہ میں لکھا:-

" اعلیٰ حضرت نواب صاحب نے میری لائف پنشن پانچ سو روپیہ ماہوار کر دی ہے ۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ۔ انہوں نے میرے ساتھ عین وقت پر سلوک کیا ۔ اب اگر صحت اچھی رہی تو بقیہ ایام قرآن شریف پر نوٹ لکھنے میں صرف کر دوں گا ۔ والسلام

محمد اقبال ۔ لاہور - یکم جون "

سالانہ وظیفہ کے متعلق جناب رشید احمد صدیقی نے اپنی کتاب "گنجہائے گراں مایہ" میں لکھا ہے:

" بھوپال کا تنہا یہ کارنامہ میرے نزدیک ان کارناموں میں سے ہے جن کو آئندہ آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکیں گی ۔ اگر افراد کے مانند اداروں کو بھی کوئی معاد ہے تو اس نیک کام کے صلہ میں بھوپال کی نجات اخروی متعین ہے "

اقبال کو غم روزگار سے نجات دلانا میرے نزدیک بڑی سعادت ہے ۔ چناں چہ اقبال کے بعض عقیدت مند سر راس مسعود مرحوم اور نواب حمید اللہ خان بالقابہ کی اس فرض شناسی اور علم دوستی کو ان عزیز و گرامی ہستیوں اور بہت سی منزلوں پر مافوق رکھتے ہیں "

(گنج ہائے گرانمایہ - صفحہ ۱۸۳)

اقبال اور بھوپال

۱۹۳۱ میں علامہ بھوپال ایک بار تشریف لے گئے تھے ۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک بار اور بھی اس سال علامہ بھوپال تشریف لے گئے تھے ۔ مگر علاج کے سلسلے میں علامہ کا قیام بھوپال تقریباً سوا چار ماہ رہا ۔ موجودہ کتاب علامہ کے نواب سرحمید اللہ خان سے تعلقات اور قیام بھوپال کا مفصل تذکرہ ہے ۔

نواب سرحمید اللہ خان نے علامہ کا وظیفہ مقرر کر کے اور ان کو بھوپال بلا کر ان کے علاج کا انتظام کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا ۔ اسی احساس نے علامہ سے ''ضرب کلیم'' کے صفحہ نمبر ۱ پر لکھوایا تھا ۔

زمانہ با امم ایشیا چہ کرد و کند
کسے نہ بود کہ ایں داستاں فروخواند

تو صاحب نظری آنچہ در ضمیر من است
دل تو بیند و اندیشۂ تو مے داند

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
'کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند'

یہ بہت کم لوگوں کو معلوم تھا کہ ۱۸ اگست ۱۹۱۰ء کو جو مشاعرہ بھوپال میں منعقد ہوا تھا ۔ اس کے لیے علامہ نے ایک غزل لکھی ۔ قابل مصنف نے بڑی محنت اور تلاش کے بعد وہ رسالہ جس میں اس مشاعرہ کے مفصل حالات درج ہیں تلاش کر لیا ۔ ''آئینۂ مشاعرہ'' ۵۶ صفحات کا انتخاب ہے ۔ اور اس انتخاب کو جناب سرور قادری نے ترتیب دیا تھا ۔

رسالہ کے صفحے ۳ پر تعارف ہے ۔ جس کی عبارت یوں شروع ہوتی ہے ۔ '' ۔ ۔ ۔ ۔ بزم شعراء میں جن با کمال حضرات نے شرکت فرمائی یا اپنے لا جواب کلام سے سرفرازی کا موقع دیا ۔ ان میں سے چند قابل الذکر حضرات کا مختصر حال اس طریقہ سے لکھا جاتا ہے ۔ کہ پبلک ان کا کلام دیکھنے سے پہلے ان سے تعارف کر لے''

اس عبارت کے بعد شعرا کا تعارف کرایا گیا ہے ۔ پانچویں نمبر پر علامہ کا تعارف ہے ۔ اس کی عبارت یہ ہے '' اقبال ۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ بیرسٹر ایٹ لا صوبہ پنجاب کے قابل فخر انشاء پردازوں میں ہیں ۔ اور تعلیم یافتہ سوسائٹی کے مایۂ ناز فرزند ہیں''
علامہ کے جو اشعار انتخاب میں دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں ۔

حلقہ زنجیر کا ہر جوہر پنہاں نکلا
آئینہ قیس کی تصویر کا زنداں نکلا

ہم گراں جان کے لائے تھے عدم سے بلبل
باغ ہستی میں متاعِ نفس ارزاں نکلا
وسعت افزائی آشفتگیٔ شوق نہ پوچھ
خاک کی مٹھی میں پوشیدہ بیاباں نکلا

کتاب اقبال اور بھوپال ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اور اس کے تیرہ ابواب ہیں ۔ زبان پوری کتاب کی صحیح اور شگفتہ ہے ۔ ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

پہلا باب ۔ علامہ کے بھوپال سے روابط کی نشاندھی کرتا ہے ۔

دوسرا باب ۔ علامہ اور نواب حمید اللہ خاں والی بھوپال کے ذاتی روابط پر روشنی ڈالتا ہے ۔

تیسرا باب ۔ علامہ کے علاج کے سلسلے میں پہلی ملاقات کی تفصیلات دیتا ہے ۔

چوتھا باب ۔ علامہ کے ماھانہ وظیفہ کی تفصیلات پر مبنی ہے ۔

پانچواں باب ۔ علامہ کے بھوپال میں دوسرے قیام کی تفصیلات پر مشتمل ہے ۔

چھٹا باب ۔ اس باب میں بھوپال سے ہٹ کر جشن حالی کی تفصیلات دی گئی ہیں ۔

ساتواں باب ۔ اقبال اور ان کے خصوصی معالج ڈاکٹر عبدالباسط سے خط و کتابت پر مشتمل ہے ۔

آٹھواں باب ۔ علامہ کے بھوپال میں تیسرے قیام کی تفصیلات پر مشتمل ہے ۔

نواں باب ۔ علامہ ، سر راس مسعود اور ضرب کلیم سے متعلق ہے ۔

دسواں باب ۔ علامہ کی وفات حسرت آیات کے تاثرات بھوپال میں ۔

گیارھواں باب ۔ علامہ کی وفات پر نظمیں ۔

بارھواں باب ۔ ملفوظات قدسی اور نیاز مندان بھوپال پر محیط ہے ۔

تیرھواں اور آخری باب ۔ قرآن مجید کے حواشی سے متعلق ہے ۔

ان ابواب کے بعد کتابیات اور مفصل اشاریہ ہے ۔

مندرجہ بالا فہرست کو دیکھ کر معاً یہ خیال آتا ہے ۔ کہ علامہ علاج کی غرض سے تین بار بھوپال تشریف لے گئے ۔

پہلی مرتبہ ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء سے ۸ مارچ ۱۹۳۵ء تک

دوسری مرتبہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء سے ۹ ستمبر ۱۹۳۵ء تک

تیسری مرتبہ ۲ مارچ ۱۹۳۶ء سے ۹ اپریل ۱۹۳۶ء تک

یعنی علاج کے سلسلہ میں مختلف وقتوں میں ان کا یہاں قیام تقریباً سوا چار ماہ رہا ۔ ان تین ملاقاتوں کا مفصل بیان قابل مصنف نے تین ابواب میں کیا ہے ۔ تیسرے باب میں پہلی ملاقات کا ذکر ہے ۔ پانچویں باب میں بھوپال میں دوسری ملاقات کا بیان ہے ۔ اور آٹھویں باب میں علامہ کے تیسرے قیام کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں ۔ ان تینوں ملاقاتوں کی تفصیلات ہی '' اقبال اور بھوپال '' کی تصنیف کی غرض ہے ۔ قابل مصنف نے ان ملاقاتوں کی بابت پوری تفصیل مہیا کی ہے ۔ ان تفصیلات کے علاوہ قابل مصنف نے اور بہت سی معلومات کچھ کتاب کے موضوع سے متعلق اور کچھ غیر متعلق بھی بہم پہنچائی ہیں ۔ اس موضوع پر جناب عبدالقوی صاحب دسنوی نے اپنے مختصر رسالہ میں موسومہ ''علامہ اقبال بھوپال میں'' ضروری معلومات اختصار کے ساتھ یکجا کردی ہیں ۔ اس قیام کے متعلق راقم الحروف نے اپنی کتاب ''اقبال: ان کا فکر و فن میں ان احساسات کا اظہار کیا تھا ۔

> During the last phase, his stay in Bhopal, mainly for treatments, deserves special mention, as it served to strengthen the ties of mutual esteem and friendship which characterised his relation with the Nawab of Bhopal whose munificent treatment reminds us of the relations between the Duke of Weimar and Goethe.
>
> (Iqbal : His Art & Thought, p. 22)

الغرض جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں علامہ ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو بھوپال پہنچے ۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل علامہ نے نذیر نیازی صاحب کو یہ خط لکھا:۔

'' ڈیئر نیازی صاحب ۔ السلام علیکم............بھوپال کے متعلق مفصل اطلاع دونگا ۔ مگر ایک دو روز میں ۔ جو اطلاع وہاں سے آئے گی اگر اس کی رو سے لکچر کی صدارت ممکن ہوئی ۔ تو اس سے بھی مجھے انکار نہیں ۔ بشرطیکہ اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ میں بولنے سے قاصر ہوں ''

چنانچہ پروگرام کے مطابق اقبال ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء کو لاہور سے روانہ ہوئے ۔ ۳۰ جنوری کی صبح دہلی پہنچے ۔ قیام افغان قونصل جنرل خانہ میں سردار صلاح الدین سلجوقی کے ساتھ رہا ۔ شام کو آپ ڈاکٹر انصاری کی خواہش پر جامعہ تشریف لے گئے ۔ اور خالدہ ادیب خانم کے ایک لکچر کی صدارت فرمائی ۔ اور رات کی گاڑی سے روانہ ہو کر ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو بھوپال پہنچے ۔ علامہ کا قیام ریاض منزل میں ہوا ۔ علاج شروع ہوا ۔ اور دوسرے دن علامہ اقبال نے فرمایا کہ نواب صاحب سے ملنے کا وقت لے لیا جائے ۔ ملاقات کے وقت جناب ممنون حسن خاں (جو در اصل سر راس مسعود کے سیکریٹری تھے) بھی موجود تھے ۔ دوران گفتگو نواب صاحب نے "An interpretation of Holy Quran in the light of modern Philosophy" کے بارے میں

دریافت کیا ۔ اس کے متعلق شاہ ذیجاہ نواب حمید اللہ خاں نے کچھ ایسے کلمات فرمائے جو یہاں اندراج کے قابل ہیں:۔

" اگر اس میں کچھ امداد کی ضرورت ہو تو جیسا کہ میں نے مسعود سے کہا ۔ ہر طرح کی امداد کے لئے تیار ہوں "

خداوند کریم نواب صاحب ممدوح کے اس اعلیٰ تخیل کے عوض جنت‌الفردوس عطا کرے آمین ۔

ملت کی بدقسمتی سے وہ کتاب ختم نہ ہو سکی ۔ مگر اس تاجدار کے یہ الفاظ آب گوہر سے لکھے جانے کے قابل ہیں ۔

الغرض بھوپال پہنچنے کے فوراً بعد علامہ کے علاج کا انتظام شروع ہو گیا ۔ ایک ماہ سات دن کے قیام بھوپال کا عرصہ جلد گزر گیا ۔ علاج سے بیحد فائدہ ہوا ۔ مگر اس کے علاوہ " ضرب کلیم " کی سات نظمیں بھی اس قیام کے دوران تیار ہو گئیں ۔ یہ نظمیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) سلطانی
(۲) تصوف
(۳) وصی
(۴) مقصود
(۵) حکومت
(۶) نگاہ
(۷) اسیر

۴ مارچ کو علامہ نے حسب ذیل خط نذیر نیازی صاحب کے نام لکھا

" ڈئیر نیازی صاحب ۔ السلام علیکم

میں ۷ کی شام کو یہاں سے چلوں گا ۔ ۸ کی صبح دھلی پہنچ جاؤں گا ۔ یہ گاڑی ۹ بجے یا ساڑھے نو بجے دھلی پہنچتی ہے ۔ ۸ کا دن دھلی ٹھہروں گا ۔ اور ۹ کی شام لاهور روانہ ہو جاؤں گا ۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوقی صاحب کو بھی مطلع کر دیں ۔ میں نے ان کو علیحدہ خط بھی لکھ دیا ہے ۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب سے بھی ۹ کی صبح کا وقت (۸ یا ساڑھے آٹھ بجے) مقرر کر دیں ۔ ان سے ملے بغیر لاهور جانا ٹھیک نہیں ۔ ہاں راغب احسن صاحب کو مطلع کر دیں ۔ ان کا پتہ یہ ہے ۔

2-Canning Lane,
New Delhi

باقی انشا اللہ وقت ملاقات

والسلام
محمد اقبال "

Iqbal Cyber Library. All rights reserved.

چناں‌چہ ۸ کی صبح دھلی تشریف لائے - دوسرے روز وہ حکیم نابینا صاحب سے ملے اور شام کی گاڑی سے لاھور تشریف لے گئے -

علامہ کا بھوپال میں دوسرا قیام ۱۷ جولائی سے ۲۸ اگست ۱۹۳۵ء تک رھا - اس کا حال قابل مصنف نے پانچویں باب میں دیا ھے -

جناب مصنف کو غیر متعلقہ باتوں کا ذکر کرنے میں کمال حاصل ھے - چنانچہ پانچویں باب میں انہوں نے عزیز احمد کی اس تحریر کا حوالہ دیا ھے:

" باوجود ' فقر ' کے فلسفہ کو کمال تک پہنچانے کے اقبال کسی نہ کسی طرح کی شاہ پرستی سے آخر تک اپنے دماغ کو چھٹکارا نہ دلا سکے - چنانچہ امان اللہ خاں ، نادر شاہ ، شاہ افغانستان ، ظاھر شاہ یہاں تک کہ فرماں روائے بھوپال کو بھی مخاطب کر کے انہوں نے نظمیں لکھیں "

یہ جناب عزیز احمد کی کج دماغی کی ایک عمدہ مثال ھے - عزیز احمد سے کوئی صاحب فراست دریافت کرے کہ امان اللہ خاں ، نادر شاہ اور ظاھر شاہ کی خوشامد سے علامہ نے اپنی ذات کے لئے کون سا فائدہ حاصل کیا - امان اللہ خاں کے نام " پیام مشرق " معنون کرنے سے علامہ کی غرض اس بادشاہ کو نصیحت کرنا تھی - چناں‌چہ لکھتے ھیں

سروری در دین ما خدمت گری است　　عدل فاروقی و فقر حیدری است
در قبائے خسروی درویش زی　　دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
تازہ کن آئین صدیق رض و عمررض　　چوں صبا بر لالہٴ صحرا گذر
جان تو بر محنت پیہم صبور　　کوش در تہذیب افغان غیور

نادر شاہ سے جب علامہ ملنے گئے تو جو کچھ رقم اپنے پاس تھی نذر کر دی - اور ظاھر شاہ تو علامہ کے افغانستان سے رخصت ھونے کے بعد تخت نشیں ھوئے - علامہ لکھتے ھیں

برخور از قرآں اگر خواھی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آب حیات

می دھد مارا پیام لاتخف　　می رساند بر مقام لاتخف

پس بگیر از بادہٴ من یک دو جام
تا درخشی مثل تیغ بے نیام

نواب بھوپال کی تعریف میں تو علامہ پند و موعظت سے باز نہ آئے اور اگر اس صاحب بصیرت کی تعریف میں کبھی کچھ کلمات لکھ دیئے ھیں - تو یہ بطور شکر گزاری کے تھے - چنانچہ پروگرام کے مطابق علامہ ۱۵ جولائی کو لاھور سے روانہ ھو گئے - اس سفر میں جاوید اور علی بخش ان کے ھمراہ تھے - ۱۶ کو دھلی پہنچے - تو نیازی صاحب اور دیگر معتقدین نے ان کا استقبال کیا - ۱۶

کی شام کو وہ دہلی سے روانہ ہوئے ۔ اور ۱۷ جولائی کو دوسری بار بھوپال پہنچے ۔ بھوپال آنے کے دوسرے ہی دن سے علامہ کے معائنہ اور علاج کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ بھوپال پہنچنے کے تیسرے ہی دن انہوں نے مولانا سلیمان ندوی کو ایک مفصل خط لکھا ۔ جس کے مطالعہ سے علامہ کی فکر و جستجو کے کئی گوشے کھل کر سامنے آئے ہیں ۔ اس سلسلہ میں جو اور خطوط مولانا سلیمان ندوی کو لکھے ان کی نقلیں بھی اس باب میں دے دی ہیں ۔ الغرض یہ بھوپال کے علاج کا دوسرا کورس ۱۷ جولائی سے شروع ہو کر ۹ ستمبر کو ختم ہوا ۔ اور اسی روز علامہ نے لاہور واپسی کی تیاری شروع کر دی ۔

فتنۂ قادیانی کے خلاف علامہ نے جو مشہور زمانہ مضامین لکھے وہ بھوپال کے اس قیام کے دوران ہی لکھے گئے تھے ۔ مگر بھوپال چھوڑنے سے پہلے علامہ نے اپنے معالجین سے وعدہ کر لیا تھا کہ علاج کے تیسرے اور آخری دور کے لئے پھر جلد بھوپال آئیں گے ۔

علامہ کا بھوپال میں علاج کے لئے تیسرا قیام ۲ مارچ سے ۸ اپریل ۱۹۳۶ء تک رہا ۔ اس قیام کے دوران بھی علامہ ''شیش محل'' میں ٹھہرے ۔ قابل مصنف نے علامہ کے قیام بھوپال کی بابت بہت کم تفصیلات دی ہیں ۔ مگر علامہ کی مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کی شان نزول کے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء کے خط میں علامہ لکھتے ہیں ۔

'' ۳ اپریل کی شب کو جب میں بھوپال میں تھا ۔ میں نے تمہارے دادا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا ۔ مجھ سے فرمایا ۔ کہ اپنی علالت کے متعلق حضور رسالت مآب کی خدمت میں عرض کر ۔ میں اسی وقت بیدار ہو گیا ۔ اور کچھ شعر عرضداشت کے طور پر فارسی زبان میں لکھے ۔ کل ساٹھ (۶۰) شعر ہوئے ۔ لاہور آ کر خیال ہوا ۔ کہ یہ چھوٹی سی نظم ہے ۔ اگر کسی زیادہ بڑی مثنوی کا آخری حصہ ہو جائے تو خوب ہو ۔ الحمد اللہ کہ یہ مثنوی بھی اب ختم ہو گئی ''

یہ تو مثنوی ''پس‌چہ باید کرد'' کی شان نزول خود علامہ کی زبانی ہے ۔ مگر اس واقعہ کا ایک اور ذکر فقیر وحید الدین نے اپنی کتاب ''روزگار فقیر'' میں کیا ہے ۔ اس کا اعادہ یہاں غیر ضروری ہے ۔

اس باب میں علامہ کے قیام بھوپال کی تفصیلات تو بہت کم ہیں ۔ مگر اس کا بیشتر حصہ پروفیسر نواب علی صاحب کے حالات پر مشتمل ہے ۔ پروفیسر نواب علی بہت بڑے عالم تھے ۔ مگر ان کا تعلق اقبال اور بھوپال سے بالکل نہیں تھا ۔

الغرض ان تینوں بابوں میں علامہ کے قیام بھوپال کی جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ تشنہ ہیں ۔ مگر اس میں فاضل مصنف بے تصور ہیں

ہیں - جو تفصیلات دی گئی ہیں - ان سے زیادہ تفصیلات کا ملنا بھی امر محال تھا - لہذا فاضل مصنف نے علامہ کے ان قیاموں کے دوران جو خطوط لکھے تھے - ان سے اقتباسات دے دئے ہیں- اس کے علاوہ پہلے قیام کے دوران ایک غیر معروف شخص لمعہ صاحب کے جعلی خطوط کا ذکر کر دیا ہے - دوسرے قیام کے دوران جناب سید سلیمان ندوی کے خطوط سے طویل اقتباسات دے دئے ہیں - اور تیسرے قیام کے دوران عالی جناب پروفیسر نواب علی صاحب کے سوانح سے باب کو بھر دیا ہے - پروفیسر نواب علی ایک بہت بڑے فاضل کے علاوہ جناب مصنف کے چچا اور خسر بھی تھے - یہ حالات جس طرح لکھے گئے ہیں - ان سے کتاب کا بالکل تعلق نہیں ہے -

الغرض علامہ کے علاج کی غرض سے تین بار قیام اور ان کا تفصیلی حال جو تین ابواب میں دیا ہے ، کتاب کی جان ہے - گو کہ ہر پڑھنے والا یہ چاہے گا کہ یہ حالات اور مفصل ہوتے تو بہت اچھا ہوتا - مگر شاید زیادہ تفصیلات کا حاصل کرنا قابل مصنف کے لئے ممکن نہ تھا - ان تین ابواب کے علاوہ یعنی تیسرے باب ، پانچویں باب اور آٹھویں باب کے علاوہ کتاب کے کچھ اور باب بھی ہیں - جن میں بہت دلچسپ معلومات دی گئی ہیں - مثلاً دوسرا باب علامہ اور نواب حمید اللہ خاں بہادر کے خصوصی روابط پر روشنی ڈالتا ہے - چوتھا باب اقبال کے وظیفہ اور اس کے پس منظر کی تفصیلات دیتا ہے - چھٹے باب میں جشن حالی کا مستند احوال پیش کیا گیا ہے اور بلاشک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے اس باب کی تفصیلات بڑی محنت اور عرق ریزی سے جمع کی ہیں - راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر اور زیادہ مفصل حال کسی دوسری جگہ ملنا محال ہے - اور قابل مصنف اپنی محنت کے لئے قابل مبارک باد ہیں - ساتواں باب علامہ اور ان کے خصوصی معالج ڈاکٹر عبدالباسط سے خط و کتابت پر مشتمل ہے - اس باب میں علامہ کے وہ غیر مطبوعہ خطوط بھی شامل ہیں جو علامہ نے ڈاکٹر عبدالباسط کو تحریر کئے تھے -

نویں باب کا عنوان تو ہے : ” اقبال ، راس مسعود اور ضرب کلیم “ مگر اس باب میں فاضل مصنف نے بہت سے معاملوں پر بحث کی ہے - مثلاً گورنمنٹ حمیدیہ کالج میگزین بھوپال ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۹ سے یہ اقتباس دیا ہے -

” ان تعلقات کی انتہا اس وقت ہوئی - جب سر آغا خاں کی تحریک اور سر راس مسعود کی تائید و حمایت پر ڈاکٹر اقبال کو نواب صاحب نے منسٹری پیش کی - اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی خود داری ، قناعت اور آزادی کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا مناسب نہ سمجھا - اور اس طرح انکار کر دیا - کہ پھر راس مسعود کو اصرار کی ہمت نہیں ہوئی “

گو یہ بیان بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے ۔

بھوپال نے غزل گو شعر کثرت سے پیدا کئے ہیں ۔ اور نظم گو چند ۔ یہ ایک ایسی بحث ہے کہ اس باب میں اس میں پڑنا غیر ضروری ہے ۔

تیرھویں باب میں فاضل مصنف نے قرآن مجید کے حواشی پر لکھا ہے ۔ اس کی اصلیت وہی ہے ۔ جو جناب نذیر نیازی صاحب نے مکتوبات اقبال کے آخری باب خاتمہ سخن میں لکھا ہے ۔

” ۱۹۳۵ میں جب اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے حضرت علامہ کی لائف پینشن مقرر کر دی اور حضرت علامہ نے راقم الحروف کو اس کی اطلاع کی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا :—

اب اگر صحت اچھی رہی تو بقیہ ایام قرآن شریف کے نوٹ لکھنے پر صرف کر دوں گا ۔ “

”ذکر اقبال“ کے مصنف نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے :

” علامہ اقبال کے ہم صحبت نیازمندوں کو معلوم ہے ۔ کہ حضرت ممدوح کے ذہن میں بعض نہایت مفید تصنیفات کے خاکے اور بعض تنظیمی و اصلاحی اداروں کے منصوبے موجود تھے ۔ جن کو وہ اپنی زندگی میں معرض شہود میں نہ لا سکے ۔ لیکن ان کی تڑپ علامہ کے قلب میں مرتے دم تک رہی “

ان کتابوں کے سلسلہ میں ان کے نام یہ ہیں :—

a) Construction of Islamic Jurisprudence;
b) Islam as I understand;
c) Aids to the Story of Quran.

اس کی بابت جو نوٹ علامہ نے چھوڑا ہے ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ علامہ نے ایک نوٹ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ۱۹۳۲ء میں میاں محمد شفیع کو دیا تھا ۔ یہ نوٹ Thought and Reflections of Iqbal میں شائع ہو گیا ہے ۔ اس نوٹ کا علامہ اور بھوپال سے کہیں دور کا تعلق بھی نہیں ہے ۔ اور یہ نوٹ مختلف جریدوں اور کتابوں میں شائع ہوا ہے ۔ اس کو یہاں شائع کرنا اتنا ضروری نہیں معلوم ہوتا ہے ۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس نوٹ کو جس کا تعلق بھوپال سے محض دور کا ہے ، دوسرے ایڈیشن میں رکھا جائے یا نہیں ۔

الغرض ہم دیکھ چکے ہیں کہ کتاب زیر تبصرہ میں اتنی غیر متعلقہ اور غیر ضروری باتیں اس کثرت سے دے دی گئی ہیں کہ دوسرے ایڈیشن ان کو حذف کر دیا جائے تو میرے خیال میں کتاب کی افادیت میں کوئی فرق نہ پڑے گا ۔

چودھری خاقان حسین کے حوالے سے یوں مذکور ہے:-

" ایک بار کھانے کا ذکر آیا تو آپ نے بے اختیار فرمایا - کہ مسلم لیگ کے لکھنؤ اجلاس کے دوران جیسا کھانا راجہ صاحب محمودآباد نے کھلایا ہے - ایسا تو شاید ھی پھر نصیب ھو - ہر ڈیلیگیٹ کے لئے مختلف اور لذیذ کھانوں کے چھ خوان دونوں وقت آتے تھے "

مسلم لیگ کا پہلا اجلاس تو ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں ھوا تھا - اور دوسرا اجلاس ۱۹۳۷ء میں ھوا تھا - ۱۹۳۷ء میں تو علامہ اتنے علیل تھے کہ شریک بھی نہ ھو سکے - اور ۱۹۱۶ء میں ابھی علامہ کی ایسی سیاسی پوزیشن نہ تھی - کہ اس سال اجلاس میں شریک ھوتے - لہٰذا یہ معلوم ھوتا ہے کہ خاقان حسین صاحب کو کچھ غلط فہمی ھوئی - بہر حال چند تفصیلات ضروری ھیں - خاقان حسین صاحب ھی کی زبانی ایک اور واقعہ مذکور ہے:-

" ایک روز آپ نے سفر اسپین کا ایک اچھوتا واقعہ سنایا - جس کے پس منظر کا شاید ھی کسی کو علم ھو - فرمانے لگے کہ لندن کے قیام میں نواب صاحب بھوپال سے ملنے گیا - تو انہوں نے فرمایا " اقبال اسپین کیوں نہیں جاتے " میں نے عرض کیا " اگر میں بھی نواب بھوپال ھوتا - تو اب تک ھو آیا ھوتا -" بات آئی گئی ھوئی - دوسرے روز مجھے میرے ھوٹل میں نواب صاحب بھوپال کا ایک چیک چھ ہزار روپیہ کا ملا - میں سمجھ گیا کہ یہ سفر کے لیے ہے "

علامہ کی طبیعت اتنی شکر گذار تھی - کہ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ھوتا تو اس کا کہیں نہ کہیں ذکر ضرور کرتے- نواب صاحب نے علامہ کا ماھوار وظیفہ مقرر کر کے جملہ معتقدین علامہ پر ایسا احسان کیا ہے کہ اگر اس عظیم‌المرتبت نواب نے اسپین جانے کی بابت بھی کچھ مدد کی ھوگی - تو کوئی تعجب نہیں ھوگا - مگر واقعات کا صحیح بیان ضروری ہے -

الغرض اس باب میں جتنے اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے - ان میں سے بیشتر ایسے ھیں جن کا علامہ اقبال سے کسی قسم کا تعلق نہیں - سوائے عبدالحکیم انصاری اور ممنون حسن خاں صاحب کے فاضل مصنف نے جس کو چاھا ہے - اقبالیات کا ماھر قرار دے دیا ہے - جناب قدسی سے لیکر خاقان صاحب اور ڈاکٹر یوسف تک سب ایسے اصحاب ھیں کہ نہ تو یہ ماھر اقبالیات ھیں - اور نہ ان کا کسی طرح علامہ اقبال سے کسی قسم کا گہرا تعلق ہے - اس باب کا بیشتر حصہ حذف کرنے کے قابل ہے -

بارھویں باب میں اقبال کے تاثرات کا ذکر اقبال لائبریری کے قیام و افتتاح سے ھوتا ہے - اقبال لائبریری کے اراکین کی فہرست اور کتابوں کی مفصل فہرست کی کیا ضرورت تھی - پھر اس کتب خانہ کے متعلق عمائدین بھوپال کی آرا بھی

غیر ضروری معلوم ہوتی ہیں ۔ شاغل فخری صاحب کی "تصورات اقبال" کا ذکر بھی غیر ضروری ہے ۔ آخر اس غیر ضروری تذکرہ سے فاضل مصنف کی کیا غرض ہے ۔ الغرض غیر ضروری اور غیر متعلق اندراجات آئندہ ایڈیشن میں حذف کر دئے جائیں ۔ تو کتاب کی دلچسپی اور افادیت میں اضافہ ہوگا ۔

اسی باب میں علامہ نے راس مسعود صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ جاوید اور منیرہ کے سرپرست (guardian) ہو جائیں - بعض وجوہ کی بنا پر مسعود صاحب نے یہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ جب ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو مسعود صاحب کا انتقال ہو گیا ۔ تو دنیا بھر میں ان کا سوگ ہوا ۔ علامہ بھی اس میں شریک تھے ۔

کتاب کا دسواں باب " دار الاقبال بھوپال میں اقبال کا سوگ " پر مشتمل ہے ۔ اس میں وہ مراثی بھی شامل ہیں جو اہل بھوپال نے علامہ کے انتقال پر لکھے تھے ۔ ویسے اس باب میں اس قدر پراگندہ خیالی ہے کہ اس پر کچھ قلمبند کرنا بے سود نظر آتا ہے ۔ مگر باب کے آخر میں پروفیسر نواب علی صاحب کا تحریر کیا ہوا وہ مرثیہ بھی ہے جو پہلی بار جریدہ جامعہ ملیہ دھلی میں شائع ہوا تھا۔ اس مرثیہ کے بعض اشعار درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ناظرین کے لیے یہاں پیش کئے جاتے ہیں ۔

بلند پایہ سخن‌ور حکیم ہند اقبال
چو بانگ " ارجعی " بشنید گشت محو جمال

چہ گفت؟ گفت کہ از مرگ من نمی ترسم
چو مسلم متبسم روم بہ بزم وصال

دماغ مغربی و قلب مشرقی او را
بشرق و غرب ضیا پاش بود مہر مثال

"حسن ز بصرہ بلالؓ ازحبش، صہیبؓ از روم"
بیا بہ بیں کہ چساں بود پور ہند اقبال

کتاب کے گیارھویں باب میں ملفوظات قدسی اور نیازمند شامل ہیں ۔ جہاں تک راقم الحروف جناب شاہ اسد الرحمن صاحب قدسی کی بابت کتاب کے مطالعہ سے حاصل کر سکا ۔ اس کا ماحصل یہ ہے: جناب شاہ صاحب ایک صاحب سلوک صوفی منش بزرگ تھے ۔ ان کے والد جناب حبیب الرحمن صاحب حضرت وارث علی شاہ کے خلیفہ تھے ۔ پہلی ملاقات علامہ کی دوسرے قیام کے دوران ہوئی کرنل اقبال حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ قدسی صاحب سے بھی ملے تو علامہ نے فرمایا کہ آپ نے ان کا ذکر پہلے کیوں نہ کیا ۔ قدسی صاحب کے مرید صوفی خدا بخش نے فاضل مصنف کو ایک خط میں علامہ کی ایک نظم " سیر بھوپال" لکھی ہے ۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ صوفی خدا بخش صاحب سے اس بار بھی غلطی ہوئی ہے ورنہ اگر علامہ کوئی نظم " سیر بھوپال " تصنیف فرماتے تو اس کو شائع ضرور کرتے ۔ دوسری جگہ فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ " جواب شکوہ " کے محرک جناب قدسی ہیں ۔ فاضل مصنف نے اتنی بڑی بات لکھ دی ہے ۔ مگر اس کے متعلق کوئی شہادت پیش نہیں کی ہے ۔

ایک جگہ لکھا ہے :

" اس زمانہ میں حضرت مرشدنا سے ملنے ثمرستان پہنچے ۔ تو خوش منظر پہاڑیوں سے گھرے ہوئے مقام دیکھ کر بہت متاثر ہوئے ۔ اور نہایت ذوق سے یہ قطعہ پڑھا ۔

چشمۂ فیض تشنہ لب کے لئے   مرکز رشد بہر اہل صفا
کوئی سمجھے تو ہے مقام قدس   آستانہ جناب قدسی کا

اس قطعہ کا کوئی ثبوت مصنف نے نہیں پہنچایا ہے ۔ جگر مرادآبادی ، حفیظ جالندھری وغیرہ کا علامہ اقبال سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے ۔ فاضل مصنف کا یہ جملہ " کہ جواب شکوہ کے محرک جناب قدسی ہیں " بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے ۔ جواب شکوہ ۱۹۱۲ء میں لکھا گیا تھا ۔ اس وقت قدسی صاحب شاید بھوپال میں پہنچے بھی نہ تھے ۔

ایک جگہ اور اس باب میں فاضل مصنف لکھتے ہیں :

ارشد تھانوی اکثر و بیشتر اقبال سے بھوپال کے قیام کے دوران ملتے رہتے تھے ۔ اور ان کے بڑے مداح و قدر دان تھے ۔ لیکن ان کا تعلق نیاز فتح پوری کے گروہ سے تھا ۔ اس لئے وہ کسی اختلاف کی صورت میں اظہار رائے سے بھی نہیں چوکتے تھے ۔ چنانچہ ارشد صاحب نے مجھے بتایا کہ " اقبال اور میں " کے عنوان سے انہوں نے ایک مضمون لکھا تھا جو ہفت روزہ " ندیم " میں شائع ہوا ۔ اس مضمون میں انہوں نے اقبال کے کلام کے بعض فنی نقائص پر روشنی ڈالی تھی ۔ جس زمانہ میں یہ مضمون " ندیم " میں چھپا اقبال بھوپال ہی میں مقیم تھے ۔ انہوں نے تو اسے پڑھ کر خاموشی اختیار کر لی لیکن ان کے بھوپالی نیازمند اور تاریخ اندلس کے مشہور مصنف قاضی ولی محمد نے اس کا جواب لکھا جو " ندیم " میں شائع ہوا ۔ راس مسعود نے دونوں مضامین دیکھے تو ارشد صاحب کو ملاقات کے لئے بلایا ۔ ساتھ ہی انہوں نے اقبال کو شیش محل سے سواری بھیج کر ریاض منزل بلوایا ۔ اور دونوں کی موجودگی میں ارشد صاحب کی غلط فہمی کو بھی دور کیا ۔ اور اقبال کی کدورت کو بھی اور اس طرح خوبصورتی سے اعتراض اور جواب اعتراض کا سلسلہ ختم ہو گیا "

پیشتر اس کے ہم اس معاملہ کے متعلق کچھ لکھیں ۔ یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ارشد صاحب تھانوی ممالک متحدہ کی پولیس میں بطور کانسٹبل

کام کرتے تھے ۔ طبیعت موزوں پائی تھی ۔ لہذا گاہے گاہے شعر کہہ لیتے تھے ۔ یہ صاحب ممالک متحدہ کی پولیس سے علیحدہ ہو کر بھوپال میں اسسٹنٹ پرازی کیوٹنگ انسپکٹر مقرر ہو گئے تھے ۔ جو عہدہ سب انسپکٹر کے مترادف تھا ۔ اب ناظرین خود غور فرما لیں کہ ارشد صاحب کی کیا حیثیت تھی کہ علامہ کے کلام بلاغت نظام کے نقائص کی نشاندھی کریں ۔ یہ درست ہے کہ ان کا مضمون ” ندیم “ میں شائع ہو گیا تھا ۔ مگر یہ چیز بجائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے ۔

ہم ان غیر متعلقہ اور غیر ضروری باتوں کا ذکر جن کو کتاب میں شامل کر لیا گیا ہے ۔ اوپر کر چکے ہیں اور اس ذکر کی غرض صرف یہ ہے کہ ان کو آئندہ ایڈیشن میں سے حذف کر دیا جائے ۔ اب ہمارا ایک ناخوش گوار فرض ہے کہ ان صریح غلطیوں کی اور ان غلط بیانیوں کی نشان دھی کر دی جائے جو اکادمی کی شائع کردہ کتابوں ھی میں نہیں بلکہ کسی مطبوعہ کتاب میں بھی ایک بدنما داغ کی حیثیت رکھتی ھیں ۔ مثال کے طور پر ھم ایک صریح غلط بیانی کا ذکر کرتے ھیں جس میں قابل مصنف نے اپنی ھمہ دانی کے زعم میں کراچی کے ایک زندہ فرد کو مردہ قرار دے دیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۲۷۴ پر قابل مصنف نے لکھا ہے ۔

” تصورات اقبال کی طرح ایک اور اہم کتاب ' اقبال کا سیاسی کارنامہ ' ہے ۔ جسے محمد احمد خاں ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی نے تالیف فرمایا ہے ۔ یہ کتاب کاروان ادب کراچی کے زیر اہتمام ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس کا انتساب ہے ۔

” اس شاہین زادہ کے نام جو پاکستان کے قالب کو اسلام کی روح سے ھمکنار کر دے “

محمد احمد خان عرصہ دراز تک بھوپال میں رہے اور آپ نے ابتدا ”جج ھائی کورٹ بعدہ ، چیف جسٹس کی حیثیت سے ریاست بھوپال کی گراں مایہ خدمات انجام دیں ۔ یہ وھی زمانہ ہے جب سرراس مسعود بھوپال آ گئے تھے ۔ اور اقبال کی بھوپال میں آمد کا سلسلہ شروع ھو گیا تھا ۔ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ آپ پاکستان آ گئے اور یہیں انتقال فرمایا ۔ “

محمد احمد خاں صاحب کی یہ کتاب آج بھی موجود ہے ۔ اور ان کے انتقال کا سوال ھی پیدا نہیں ہوتا ۔ محمد احمد خاں صاحب کراچی میں وکالت کر رہے ھیں ۔ مگر اپنا بیشتر وقت کاشتکاری پر صرف کرتے ھیں ۔ اکادمی کی شائع کردہ کتاب میں ایسی غلطی کی اصلاح نہایت ضروری ہے ۔

کتاب کے صفحہ ۲۷ پر فاضل مصنف نے ایک صاحب ڈاکٹر لمعہ کا ذکر کیا ہے ۔ جناب مصنف لمعہ صاحب کے متعلق فرماتے ھیں ۔

” ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ جاگیردار ۔ ٹونڈہ پور مشرقی خاندیش اقبال کے بیحد عقیدت مند تھے ۔ ٹیگور سے ان کے خاص مراسم تھے ۔ اور ان کے

ایما پر وہ اقبال سے ملنے لاھور بھی گئے تھے ۔ وہ بیک وقت شاعر اور نثرنگار تھے ۔ انگریزی میں بھی شاعری کرتے تھے ۔ اور اردو نظم و شعر سے بھی دلچسپی تھی ۔ وہ اقبال سے مشورہ بھی لیتے تھے ۔ جیسا کہ اقبال نامہ کے خطوط (صفحات ۲۸۷ – ۲۸۸ اور ۲۸۹) کے مطالعہ سے ظاھر ھوتا ھے ۔ ان کا یہ لکھنا '' کبھی کبھی جب طبیعت لگے ضرور شعر کہیے ۔ آپ کی طبیعت شاعری کے لئے مناسب ھے ۔ اور آپ کی نظموں میں مجھ کو لطف آتا ھے ۔ چھوٹی کہانیاں بھی نثر میں لکھئے ۔ آپ کی نثر بھی دلچسپ ھوتی ھے ۔'' اس بات کا غماز ھے کہ وہ لمعہ کی صلاحیتوں سے کافی متاثر تھے ۔ اور انہیں برابر مشورے دیتے تھے ۔

اردو کا کلام وہ اقبال کو بھیجتے تھے ۔ اور اقبال اس پر مناسب اصلاح کر کے انہیں لوٹا دیتے تھے ۔ لمعہ جو حیدرآباد میں رھتے تھے ۔ خود حیدرآباد میں بہت کم مشہور تھے ۔ جس کا تذکرہ ھمیں نظر حیدرآبادی کی کتاب ' اقبال اور حیدرآباد ' میں ملتا ھے ۔

'' یہ عجیب بات ھے ۔ کہ ڈاکٹر عباس علی خاں لمعہ کے نام سے '' اقبال نامہ '' کی اشاعت سے قبل خود اھل حیدرآباد بہت کم واقف تھے ۔ لیکن ان خطوط کے مطالعے سے ان کی صلاحیتوں سے تعارف حاصل ھوتا ھے ۔ افسوس کہ اقبال سا شاعر جن کی صلاحیتوں کا معترف ھے ۔ وہ حیدرآباد میں اتنے گم نام رھے ''

بھوپال سے تحریر کردہ یہ خط نہ صرف اقبال سے لمعہ کے قریبی روابط کی نشان دھی کرتا ھے ۔ بلکہ اس بات کا انکشاف بھی کہ اقبال لمعہ کو اپنے قیمتی مشوروں سے برابر نوازتے تھے ۔ اور ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کے دل سے معترف تھے ۔ لکھتے ھیں :-

'' مخدومی ۔ تسلیم!

میں یہ خط آپ کو بھوپال سے لکھ رھا ھوں ۔ اس سے قبل بھی آپ کو ایک خط لکھ چکا ھوں ۔ ملا ھوگا ۔ آپ کی تازہ نظم میں پڑھ کر بہت خوش ھوا ۔ اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں ھے ۔ میں یہ سن کر بہت خوش ھوا ۔ کہ مثنوی مولانا روم سے استفادہ حاصل کر رھے ھیں ۔ دنیا کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ھے ، وہ آپ کی عمر کے لحاظ سے بالکل درست ھے ۔ مگر آپ کو اس کا خیال رکھنا چاھئے کہ دنیا ایک بہت اھم مقام ھے ۔ اور اس سے صحیح استفادہ حاصل کرنے کے لئے ھمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاھئے ۔ مولانا رومی کو بغور پڑھئے اور اس بات کا ھمیشہ خیال رکھئے کہ جو کچھ آپ کا ضمیر اس خصوص میں آپ کو مشورہ دے ، اس سے انکار نہ ھو ۔ میرے گلے کی حالت اب روبصحت ھے ۔ آپ کے گران قدر مشوروں کا شکریہ ۔

نگہدار آنچہ در آب و گل تست
سرور و سوز و مستی حاصل تست
تہی دیدم سبوئے این و آن را
مئے باقی بہ مینائے دل تست

آپ نے میرا حال دریافت فرمایا ہے ۔ شکریہ
زندہ ہوں ، دل مضمحل ، مست فنا ، اللہ اللہ ۔ خیر صلا ۔

خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور
۳۰ فروری سنہ ۹۳۵

یہ پورا بیان سراسر غلط بیانی پر مبنی ہے ۔ پہلے تو یہ جناب ڈا
محمد عباس علی خاں لمعہ ڈاکٹر تھے ہی نہیں ۔ ایک بار میں نے ان سے دریا
کیا کہ آپ نے ڈاکٹری کہاں سے پاس کی تھی ۔ تو ان صاحب نے جواب
کہ صرف میڈیکل کالج میں داخل ہوئے تھے ۔ اور چند ماہ کے بعد کالج چ
دیا ۔ اغلب یہ ہے کہ کالج سے خارج کر دئے گئے ۔ جناب صہبا لکھنوی
نظر حیدرآبادی کی کتاب " اقبال اور حیدرآباد " سے ایک اقتباس پیش کیا ہے

" یہ عجیب بات ہے ۔ کہ ڈاکٹر عباس علی خان لمعہ کے نام
" اقبال نامہ " کی اشاعت سے قبل خود اہل حیدرآباد بہت کم واقف تھ
لیکن ان خطوط کے مطالعہ سے ان کی صلاحیتوں سے تعارف حاصل ہوتا ہے۔ افس
کہ اقبال سا شاعر جن کی صلاحیتوں کا معترف ہے ۔ وہ حیدرآباد میں اتنا گم
رہے "

ایک جگہ صہبا صاحب فرماتے ہیں:
" بھوپال سے تحریر کردہ یہ خط نہ صرف اقبال سے لمعہ کے قریبی ر
کی نشان دہی کرتا ہے ۔ بلکہ اس بات کا انکشاف بھی کرتا ہے ۔ کہ اقبال
اپنے قیمتی مشوروں سے برابر نوازتے تھے "

علامہ کے جو خطوط لمعہ صاحب کے نام اقبال نامہ میں شائع کر دئے
ہیں ۔ ڈاکٹر تاثیر مرحوم نے ایک محققانہ مضمون میں ثابت کر دیا ہے کہ
خطوط میں سے بیشتر جعلی ہیں ۔ صہبا صاحب نے جو اس کا رنج و افسوس
کیا ہے کہ " افسوس کہ اقبال سا شاعر جن کی صلاحیتوں کا معترف ۔
حیدرآباد میں اتنے گمنام رہے " سو ان کی جمعیت خاطر کے لئے یہ ضروری ہے
اس کا ذکر کر دوں کہ لمعہ صاحب کے علامہ کے خطوط بیشتر جعلی ہیں
خود عطا اللہ صاحب مرحوم اس کے معترف تھے ۔ اس لحاظ سے لمعہ صاحب
ذکر ہی اس سلسلہ میں غیر ضروری ہے ۔ اور یہ سراسر غلط ہے کہ علامہ
صاحب کی " شاعرانہ صلاحیتوں کے دل سے معترف تھے "۔ اتنا بڑا جعل اردو
کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی سرزد ہوا ہوگا ۔

اب ایک تیسری غلط بیانی کا ذکر یہاں ضروری ہے ۔ کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر جمیل نقوی کی زبانی صہبا صاحب لکھتے ہیں :

" علامہ اقبال کو جو مالی امداد بھوپال سے ملی وہ کلیتاً سر راس مسعود کی وجہ سے تھی ۔ میں نے وہ سارے خطوط دیکھے تھے ۔ جو علامہ اقبال سر راس مسعود کو اس سلسلہ میں لکھتے رہتے تھے ۔ شیخ عطا اللہ نے مکاتیب کے پہلے ایڈیشن میں تو سارے " خطوط بھوپال " شامل کر دیئے تھے ۔ لیکن بعد کے ایڈیشن میں کچھ لوگوں کے اعتراض پر وہ خطوط نکال دیئے اور آپ کی کتاب کا خاصہ اہم مواد پردۂ اخفا میں چلا گیا ۔ مجھے معلوم نہیں اب پہلا ایڈیشن کہاں ملے گا ؟"

آگے چل کر جمیل نقوی صاحب کے ہی حوالہ سے صہبا لکھنوی لکھتے ہیں :

" ماہانہ وظیفہ سے قبل راس مسعود کی مساعی سے ڈاکٹر اقبال کو یک مشت بھی کئی ہزار کی رقم نواب صاحب بھوپال نے عطا کی تھی ۔ تاکہ وہ قرآن مجید کے حواشی لکھنے کے لئے کتب کی خریداری کر سکیں ۔ اس رقم کا حوالہ ڈاکٹر اقبال نے ممنون حسن خاں کے نام ایک خط میں بھی کیا ہے ۔ جو اقبال نامہ کے پہلے ایڈیشن میں شامل تھا ۔ بعد میں اسے بعض وجوہ کی بنا پر پہلے ایڈیشن سے خارج کر دیا گیا "

حاشیہ میں اس کے متعلق جناب صہبا لکھنوی تحریر فرماتے ہیں :

" کوشش کے باوجود اقبال نامہ کا پہلا ایڈیشن کہیں دستیاب نہ ہو سکا۔ جس سے یک مشت رقم کی ادائیگی کی تصدیق ہو سکتی ۔

ممنون حسن خاں اب بھی بھوپال میں موجود ہیں ۔ اور معتبر اطلاعات کے بموجب چند غیر مطبوعہ خطوط ان کے پاس محفوظ ہیں ۔ لیکن وہ یہ خطوط جو قطعی ذاتی ہیں کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ یک مشت رقم کے سلسلے میں بھی وہ تصدیق یا تردید کے لئے تیار نہیں ۔ اس لئے اگر کہیں لائبریری میں یا کسی صاحب ذوق کے پاس اقبال نامہ کا پہلا ایڈیشن موجود ہوگا تو آئندہ اس واقعہ کی تصدیق یا تردید ممکن ہوگی

جہاں تک شیخ اشرف صاحب سے معلومات بہم پہنچائی جا سکتی ہیں ۔ وہ حسب ذیل ہیں ۔ اقبال نامہ جلد اول و جلد دوئم میں کچھ خطوط ایسے تھے کہ جن کو جناب چوھدری محمد حسین صاحب کے اصرار پر کتاب سے خارج کر دیا گیا ۔ چوھدری صاحب کو اس کا حق نہیں پہنچتا تھا کہ اس طرح شیخ عطا اللہ صاحب کے مرتبہ مجموعہ میں سے خطوط خارج کریں ۔ بہر حال جو حالات معلوم ہو سکے وہ درج ہیں ۔

کتاب کے صفحہ ۱۳ پر جو صہبا لکھنوی لکھتے ہیں:-

''عبدالواحد صاحب نے بڑی شفقت اور توجہ سے میرا مسودہ ملاحظہ ک
اور اپنی سفارش کے ساتھ کمیٹی کے سامنے پیش کر دیا۔ کمیٹی نے اس مسودہ
اشاعت کے لئے منتخب کر لیا''

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ میں نے کتاب کی اشاعت کی کوئی سفارش کمی
کے سامنے پیش نہیں کی۔

پھر بھی ہم ممنون حسن خاں کی خدمت میں گوش گذار کریں گے
تحقیق کا تقاضا ہے کہ جو خطوط بھی ان کے پاس ہوں۔ ان کو شائع کر
جائیے۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے علامہ مرحوم کی بروقت خدمت کر
ایک بہت بڑی قومی خدمت انجام دی تھی۔ اور معتقدین اقبال ان کے شکر
ہیں۔ اس میں شرمانے کی کوئی بات نہیں۔

غیر متعلقہ امور کا ذکر اوپر آ گیا ہے۔ مگر ایک واقعہ تو ایسا
کہ اس کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ نواب خسرو جنگ کا ذکر کرتے ہوئے مع
تحریر فرماتے ہیں:

'' نواب خسرو جنگ حیدرآباد سے دھلی جاتے ہوئے ایک دن کے
شاہی مہمان ہوئے۔ موصوف کو کشمیر کے قیام کے سبب مرغ مسلم اور
ماہی بہت پسند تھے۔ کشمیر کا مرغ مسلم اور کباب ماہی بہت مشہور
احباب کو معلوم تھا۔ کہ موصوف کو مرغ و ماہی بہت مرغوب ہے۔ اس
شاہی دعوت میں مرغ مسلم اور کباب ماہی کا خصوصیت سے انتظام کیا
نواب زادہ فخرالملک سعیدالظفر خاں، نواب زادہ یمین الملک رشیدالظفر خاں
کرنل اقبال محمد خاں شریک طعام تھے۔ نواب زادہ فخرالملک نے کہا۔
کے مسجد وزیر خاں کی مچھلی بہت مشہور ہے۔ اس کے جواب میں
علیہ الرحمہ نے کہا۔ لاہور کے مسجد وزیر خاں کی مچھلی بہت مشہور۔

بھلا صہبا صاحب سے دریافت کیا جائے کہ اس کا تعلق
اور بھوپال سے کون سا ہے کہ اس معاملہ کا ذکر یہاں کیا گیا۔ ایک
جگہ صہبا صاحب '' شکوہ '' اور '' جواب شکوہ '' کی بابت صوفی خدا بخش
حوالہ سے یوں تحریر فرماتے ہیں:

'' بہت پرانی بات ہے۔ علامہ اقبال نے ایک نظم بنام 'شکوہ'
حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں پڑھی تھی۔ جو بہت مقبول
اور ظفر علی خاں مرحوم ایڈیٹر اخبار '' زمیندار '' نے بڑے اہتمام سے
کیا۔ مرحوم نے چند نسخے شیخ حضرت مرشدنا قدسی مدظلہ کو تحفتہ بھ
حضرت نے ایک نسخہ بطور تحفہ شمس العلما حافظ سید محب الحق صاحب
آبادی علیہ الرحمہ کو بھیجا۔ حافظ صاحب نے سخت اعتراض لکھ کر

حضرت مدظلہ نے حافظ صاحب کا اعتراض نامہ علامہ علیہ الرحمہ کو ارسال کیا ۔ جس کو پڑھ کر علامہ علیہ الرحمہ نے ' جواب شکوہ ' لکھا ۔ جو اسی اہتمام سے شائع ہوا ۔ ان دنوں حضرت گل حسن شاہ قلندر علیہ الرحمہ ریاست ٹونک میں قیام فرما تھے ۔ وہ زمانہ ولی عہد ٹونک کی طالب علمی کا تھا ۔ کلام اقبال سے بہت دلچسپی تھی ۔ شکوہ اور جواب شکوہ ولی عہد موصوف نے حضرت شاہ صاحب کے حضور میں پیش کئے ۔ حضرت شاہ صاحب نے مطالعہ فرما کر علامہ کو خوشنودی و پسندیدگی اور دعائے خیر لکھی ۔ جس کے جواب میں علامہ نے چند مدحیہ شعر بطور ساقی نامہ لکھ کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ارسال کئے ۔ اور لکھا کہ جواب شکوہ کے محرک جناب قدسی ہیں ۔ حضرت شاہ صاحب نے بعد ملاحظہ خط اور ساقی نامہ ولی عہد موصوف کو عنایت فرمایا "

یہاں یہ عرض ہے کہ نظم شکوہ اپریل ۱۹۱۱ء میں لکھی گئی تھی ۔ اور جواب شکوہ نومبر ۱۹۱۲ء میں علامہ نے اس عرصہ میں کوئی نظم ساقی نامہ نہ لکھی تھی ۔ ایک محققانہ مقالے میں ایسی غلط بیانیوں سے صرف انتشار بڑھتا ہے ۔ اور کوئی تحقیقی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت والی بھوپال نے علامہ کا وظیفہ مقرر کرکے جملہ معتقدین اقبال پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ ابد تک ہم ان کے ممنون احسان رہیں گے ۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو علامہ لکھتے ہیں:

" اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لئے مقرر فرمائی ہے ۔ وہ میرے لئے کافی ہے ۔ اور اگر کافی نہ بھی ہو تو میں کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں ۔ بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ۔ ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ ہے ۔ جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے ۔ آپ کو میرے خط سے یقیناً کوئی تعجب نہ ہوگا ۔ کیوں کہ جن بزرگوں کی آپ اولاد ہیں ۔ اور جو ہم سب کے لئے زندگی کا نمونہ ہیں ان کا شیوہ ہمیشہ سادگی اور قناعت رہا ہے "

آخر میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کتاب کی عبارت شگفتہ اور دلکش ہے ۔ اور اس پر ہم جناب صہبا صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی ہم جناب صہبا صاحب کو یہ مشورہ دینے کی بھی جرائت کرتے ہیں کہ وہ کتاب کو از سر نو ترتیب دیں ۔ اور تمام غیر ضروری اور غیر متعلقہ مواد کو کتاب سے خارج کر دیں ۔ اور جہاں جہاں صریح غلط بیانیاں ہیں جن کی نشان دہی میں نے اس مضمون میں کر دی ہے وہ کتاب سے یکسر خارج کر دی جائیں ۔ ویسے کتاب میں اتنی غلط بیانیاں ہیں کہ یہاں ان کا بالتفصیل ذکر ممکن نہیں ہے ۔ لہذا بہتر یہ ہوگا کہ کتاب کو از سر نو ترتیب دیا جائے ۔

یہ تبصرہ ختم کرنے سے پہلے ہم نواب حمید اللہ خاں کے لئے دست بدعا ہیں کہ اس تاجدار بھوپال نے جو خدمت حکیم الامت علامہ اقبال کی ہے خدا اس کو اس کا اجر عظیم عطا کرے آمین ۔

ہماری نئی مطبوعات

* سلسلہ درسیات اقبال (پہلی کتاب) — از مولانا عبدالرشید فاضل
ص ۸۴ قیمت ۳٫۵۰ روپے

* سلسلہ درسیات اقبال (دوسری کتاب) — از مولانا عبدالرشید فاضل
ص ۱۱۱ قیمت ۴٫۵۰ روپے

* فصل المقال — ترجمہ از عبیداللہ قدسی
ص ۴۸ قیمت ۵٫۰۰ روپے

* اقبال کے محبوب صوفیا — از مولانا اعجاز الحق قدوسی
(زیر طبع)

* پس چہ باید کرد (سندھی ترجمہ) — از پروفیسر لطف اللہ بدوی مرحوم
(زیر طبع)

• Glimpses of Iqbal — S. A. Vahid
(Under Print)

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc No. 17041
LAHORE.

IQBAL REVIEW

Journal of the Iqbal Academy Pakistan

January 1974

IN THIS ISSUE

1. "The Essence of Beauty"—a Poem of Jqbal — *Reyazul Hasan*
2. Allama Iqbal—A God-intoxicated person — *Mohammad Hussain Arshi*
3. Iqbal's Philosophy of Religion — *Manzoor Ahmad*
4. Iqbal — a Messenger of *Jihad* — *Abdur Rehman Surti*
5. Iqbal and Pantheism — *Abbadullah Farooqi*
6. Iqbal aur Bhopal (*Book Review*) — *S. A. Vahid*

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
KARACHI

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

iii

IQBAL REVIEW

Journal of the Iqbal Academy Pakistan

This Journal is devoted to research on the life, poetry and thought of Iqbal and on those branches of learning in which he was interested: Islamic Studies, Comparative Religion, Philosophy, History, Sociology, Languages and Literature, Art and Archaeology.

Published alternately
in
English and Urdu

Subscription

(*for four issues*)

Pakistan	Foreign countries
Rs. 15/-	USA 5.00 or £ Stg. 1.75

Price per copy

Rs. 4/-	USA 1.50 or £ Stg. 0.50

All contributions should be addressed to the Secretary Editorial Board, *Iqbal Review*, 43-6/D, Block No. 6, P.E.C.H.S., Karachi-29. The Academy is not responsible for the loss of any article.

Published by

Dr. M. Moizuddin, Secretary of the Editorial Board of the *Iqbal Review* and Director, Iqbal Academy Pakistan, Karachi.

Printed at

TECHNICAL PRINTERS,
Koocha Haji Usmani, Off. I.I. Chundrigar Road, Karachi.

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006